

اشارات

قرآن مجید میں جگہ جگہ ان قوموں کا ذکر آیا ہے جن پر گذشتہ زمانہ میں خدا کا عذاب نازل ہوا ہے۔ ہر قوم پر نزول عذاب کی صورت مختلف رہی ہے۔ عا پر کسی طرح کا عذاب اترا، ثو پر کسی اور طرح کا، اہل مدین پر کسی دوسری صورت میں، اور آل فرعون پر ایک نئے انداز میں۔ مگر عذاب کی شکلیں اور صورتیں خواہ کتنی ہی مختلف ہوں، وہ قانون جس کے تحت یہ عذاب نازل ہوا کرتا ہے ایک ہی ہے، اور ہرگز بدلتے والا نہیں ہے سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلٰكِنْ نَّجِدُ لَسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۲۳-۸)

نزول عذاب کے اس قانون کی تمام دفعات بوری تشریح کے ساتھ قرآن مجید میں درج کی گئی ہیں۔ اس کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ جب کسی قوم کی خوش حالی پڑھ جاتی ہے تو وہ غلط کاری اور گمراہی کی طرت اٹل ہو جاتی ہے اور فطرۃ اس کی علی قوتوں کا رخ صلاح کے بجائے فساد کی طرت پھر جایا کرتا ہے۔

اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی سببی کو ہلاک کریں تو اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ لوگ اس سببی میں نافرمانیاں کرتے ہیں

وَإِذَا أَرَادْنَا أَنْ نَهْلِكَ قَوْمِيَّةً أَمَرْنَا مُرَفِّحِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهِمَا الْقَوْلُ فَذَمَرْنَاهَا تَدْمِيرًا (۲۱:۱۰)

پھر وہ بستی عذاب کے حکم کی سختی ہو جاتی ہے پھر ہم اس کو تباہ و برباد و کوزہ لٹے ہیں۔

دوسرا قاعدہ کلیتہً یہ ہے کہ خدا کسی قوم پر ظلم نہیں کرتا، بدکار قوم خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتی ہے، خدا کسی قوم کو نعمت و بیکر اس سے کبھی نہیں چھینتا، ظالم قوم خود اپنی نعمت کے درپے ہو جاتی ہے اور اس کے مٹانے کی کوشش کرتی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَرُبُّكَ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرَ مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۹﴾

یہ اس لئے کہ اللہ کبھی اس نعمت کو بدلنے والا نہیں ہے جو اس نے کسی قوم کو بخشی ہو، تا وقتیکہ وہ قوٰم خود اپنے آپ کو نہ بدلے اور اس وجہ سے کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرتا، وہ تو خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

پھر یہ بھی اسی قانون کی ایک دفعہ ہے کہ خدا ظلم (ظلم نفس خود) پر مواخذہ کرنے میں جلدی نہیں کرتا، مہجہ و صیل دیتا ہے۔ اور تنبیہیں کرتا رہتا ہے کہ نصیحت حاصل کریں اور سنبھل جائیں۔

وَلَوْ يُوْاْخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّلٰكِنْ يُؤَخَّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴿۱۶﴾

اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے بدلے میں پکڑتا تو روئے زمین پر کوئی تنفس باقی نہ رہتا، مگر وہ لوگوں کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دیا کرتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اٰمِرٍ مِنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ

ہم نے تم سے پہلے کی قوموں میں بھی ایسی ہی پیغمبر بھیجے ان کو سختی اور تکلیف میں گرفتار کیا تاکہ شاید

لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ - فَلَوْلَا إِذْ آجَاءَهُمْ
بِأَسْنَانٍ قَصَّرَ حُورًا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبَهُمْ
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۵:۷۵)

وہ ہماری طرف عاجزانہ پھکیں پس جب ان
ہماری طرف سے مصیبت آئی تو کیوں نہ وہ ہمارے
آگے گڑبگڑائے؟ مگر ان کے دل سخت ہو چکے تھے
اور شیطان نے ان کی نگاہوں میں ان کے اعمال کو مزین بنا دیا تھا۔

اس ذہیل کی مدت میں اکثر ظالم قوموں کو خوش حالی کے فتنے میں مبتلا کیا جاتا ہے۔
وہ اس سے دہو کہ کھا جاتی ہیں۔ اور واقعی یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ ہم ضرور نیکو کار ہیں۔ ورنہ ہم پر نیعتوں
کی بارش کیوں ہوتی؟

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَ
بَنِينٍ، نَسَارِعَ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَدَلًا
لَشَعْرُونَ (۳:۲۳)

کیا یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو مال اولاد سے
انہی امداد کے چلے جا رہے ہیں (تو اس کے سنی یہ
ہیں کہ ہم ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے
ہیں) حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے اصلی بات جو سمجھ ہے اسے یہ نہیں سمجھتے۔

آخر کار جب وہ قوم کسی طرح کی تنبیہ سے نہیں سنہلتی اور ظلم کئے جاتی ہے تو خدا اس کے حق
میں نزول عذاب کا فیصلہ کر دیتا ہے اور جب اس پر عذاب کا حکم ہو جاتا ہے تو پھر کوئی قوت
اس کو نہیں بچا سکتی۔

وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهَلَّتْهُمْ مَلَأَتْ آسَافًا
جَعَلْنَا لِإِصْحَابِهَا مَوَاعِدًا (۸:۱۸)

یہ بتیوں جن کے آسما تم دیکھ رہے ہو ان کو ہم نے
ان وقت تباہ کیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے
انکے ہاک ہونے کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا تھا
اور جب تیرا رب ظالم بتیوں کو پکڑتا ہے تو وہ ایسی ہی

وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ

کے
بریں طرح پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک
ہوا کرتی ہے۔

ظَالِمَةٌ، اِنَّ اَخْذَهُ اَلَيْمٌ شَدِيدٌ (۹:۱۱)

اور جب خدا کسی قوم کے حق میں بڑائی کا ارادہ
کرتا ہے تو کوئی قوت اس کی شامت کو دفع کرنے کی
نہیں ہوتی، اور پھر خدا کے مقابلہ میں ان کا مددگار نہیں بنتا

وَ اِذَا ارَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوءَ فَلَا مَرَدَّ
لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَاٰلٍ (۲:۱۳)

یہ عذاب الہی کا اہل قانون جس طرح پھیلی قوموں پر جاری ہوتا رہا ہے اسی طرح آج بھی اس کا
عمل جاری ہے اور اگر بصیرت رکھتے ہوں تو اپنی آنکھوں سے اس کے انہی کی کیفیت مشاہدہ کر سکتے
ہیں۔ مغرب کی وہ عظیم نشان قومیں جن کی دولت مندی و خوشحالی، طاقت و جبروت، شان و شوکت
عقل و ہنر کو دیکھ کر بخیرہ ہوئی جاتی ہیں اور جن پر انعامات خداوندی کی پیہم بارشوں کے
مشاہدے سے یہ دہوکا ہوتا ہے کہ شاید یہ خدا کے بڑے ہی مقبول اور چہیتے بندے اور خیر و صلاح
کے محتسبے ہیں، ان کی ازرونی حالت پر ایک فائرنگ خانہ ڈالیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ اس
عذاب الہی کے قانون کی گرفت میں آچکی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو خود اپنے انتخاب و
اختیار سے اس دین و ظلم (ظلم نفس خود) کے جنگل میں پوری طرح پھنسا دیا ہے جو تیزی کے ساتھ انہیں
تباہی و ہلاکت کی طرف لیے چلا جا رہا ہے۔

وہی صنعت و حرفت کی فراوانی، وہی تجارت کی نگرہم بازاری وہی وہاں سے سیاسی کی کامیابی
وہی علوم حکمیہ و فنون عقلیہ کی ترقی، وہی نظام معاشرت کی فنکارانہ پیمائش ہے، جس نے ان قوموں
کو تمام دنیا پر غالب کیا، اور روئے زمین پر ان کی دھاک بٹھائی آج ایک ایسا خطرناک جال بن کر

ان کو برٹ گئی ہے جس کے ہزاروں پھندے ہیں۔ اور پھندے میں ہزاروں مصیبتیں ہیں۔ وہ اپنی عقلی تدبیروں جسے پھندے کو کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا ہتار کٹ کر ایک نیا پھندا بن جاتا ہے۔ اور رہائی کی ہر تدبیر مزید گرفتاری کا سبب ہو جاتی ہے۔

یہاں ان تمام معاشی اور سیاسی اور تمدنی مصائب کی تفصیل کا موقع نہیں ہے جن میں مغربی قومیں اس وقت گرفتار ہیں۔ بیان مدعا کے لئے اس تصویر کا صرف ایک پہلو پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ قومیں کس طرح اپنے اوپر آپ ظلم کر رہی ہیں۔ اور کس طرح اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کئے جا رہی ہیں۔

اپنے معاشی تمدنی اور سیاسی احوال کی خرابی کے اسباب تشخیص کرنے اور ان کا علاج تجویز کرنے میں اہل فرنگ سے عجیب عجیب غلطیاں جوڑی ہیں منجملہ ان کے ایک غلطی یہ ہے کہ وہ اپنی مشکلات کا بڑا سبب اصلی سبب آبادی کی کثرت کو سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ افزائش نسل کو روکا جائے معاشی مشکلات کے ساتھ ساتھ یہ خیال نہایت تیزی کے ساتھ مغربی ممالک میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے اور دلوں میں کچھ اس طرح بیٹھا ہے کہ لوگ اپنی نسل کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنے لگے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اپنی نسل کے سب سے بڑے دشمن بن گئے ہیں۔ ضبط ولادت کے نئے نئے طریقے جو پہلے کسی ذہن میں بھی نہ آتے تھے اب عام طور پر رائج ہو رہے ہیں۔ اس تحریک کو ترقی دینے کے لئے تہا وسیع پیمانے پر تبلیغ و اشاعت ہو رہی ہے، کتابیں پمفلٹ رسائل اور جوائے خاص اسی موضوع پر شائع کیے جا رہے ہیں۔ انجمنیں اور جمعیتیں قائم کی جا رہی ہیں۔ یہ عورت اور مرد کو اس کے متعلق معلومات بہم پہنچانے، اور عملی آسانیاں فراہم کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ غرض کئی سال سے یورپ اور امریکہ کے عمرانی مصلحین نے اپنی نسلوں کے خلاف ایک زبردست جنگ چھیڑ دی ہے اور جوش

اصلاح میں ان کو یہ سوچنے کا شوق بھی نہیں ہے کہ آخر یہ جنگ کہاں جا کر رکے گی۔

توالد و تناسل سے مغربی قوموں کی نفرت کا یہ حال رکھتا ہے کہ ضبط و ولادت کے متعدد طریقوں سے بچ بچا کر جو عمل ٹھیر جاتے ہیں۔ ان کو بھی اکثر و بیشتر گرا دیا جاتا ہے، روس میں تو فیصل قانوناً جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر عورت کا یہ حق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تین مہینے تک حاصل ساقط کر دے لیکن انگلستان اور دوسرے فرنگی ممالک میں جہاں اسقاطِ حمل قانوناً ممنوع ہے خفیہ طور پر اسقاط کی کثرت و باکی حد تک پہنچ گئی ہے۔ فرانس میں عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ جتنے بچے ہر سال پیدا ہوتے ہیں قریب قریب اتنے ہی حمل ہر سال ساقط کئے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض ڈاکٹروں کا خیال یہ ہے کہ اسقاط کی تعداد پیدائش سے زیادہ ہے تیس اور چالیس برس کے درمیان شاید ہی کوئی عورت ہو جس نے اسقاط کا ارتحاب نہ کیا ہو۔ گو قانوناً فیصل جرم ہے لیکن دو اخلاقیوں میں علانیہ اس کا ارتحاب ہوتا ہے اور فرضی بیماریاں رجسٹروں میں درج کر دی جاتی ہیں۔ انگلستان میں بہت سی دوائیاں ہیں جن کا کاروبار اسقاط ہی سے چلتا ہے۔ ایک ڈاکٹر کا اندازہ ہے کہ ہر پانچ عورتوں میں سے چار ایسی ضرور نکلے گی جنہوں نے کبھی کبھی اسقاط کیا ہو گا۔ جرمنی میں تقریباً دس لاکھ حمل ہر سال ساقط کئے جاتے ہیں، اور اتنی ہی تعداد زندہ پیدا ہونے والے بچوں کی ہے۔ بعض جرمن شہروں میں تو اندازہ کیا گیا ہے کہ گذشتہ بیس سال کے اندر جتنے بچے پیدا ہوئے اس سے دو گنے حمل ساقط کر دیے گئے

عورت جس کے اندر فطرت نے ایک زبردست جذبہ مادری رکھا تھا، مغربی ممالک میں اب اتنی شقی القلب ہو گئی ہے کہ وہ اپنے پیٹ کی اولاد کو ہلاک کرنے کے لئے خود اپنی جان تک کو

خطہ میں ڈالنے سے نہیں چوکتی۔ ڈاکٹر نارمن ہیر (Norman Haire) اپنی ایک تقریر میں بیان کرتا ہے کہ ایک حاملہ عورت اس کے ہاں آئی اور اس نے استقامت کی خواہش ظاہر کی جب قانونی مجبوری کی بنا پر ہڈر کیا گیا تو اس نے طرح طرح کی زہریلی دواؤں کھا کر پیٹ کوڑھے کی کوشش کی سیرھیوں پر سے قصداً اپنے آپ کو لڑھکا یا دوپٹے اوپٹے مقامات سے کو دھکی رہا جی بھاری بوجھ اٹھائے اور جب اس سے بھی استقامت نہ ہو تو آخر کار ایک انارٹھی قابلی کی دوا استعمال کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ مادام البریشٹ (Madamme Albrecht) کہا جاتا ہے کہ عورتیں حمل ساقط کرنے کے لئے وہ وہ حرکتیں کر گزرتی ہیں جو بیان نہیں کیا سکتیں۔ مثلاً سخت سخت آلات سے ضربیں لگانا، رحم کو مختلف آلات سے صدمہ پہنچانا، وحشیانہ طریقوں سے ناچنا، اپنے آپ کو قصداً اونچی جگہوں سے گرا دینا۔ سخت سے سخت زہریلی چیزیں حتیٰ کہ باریت تک کھانا۔ وہ ایک فرانسیسی عورت کا قصہ بیان کرتی ہے کہ اس نے حمل سے تنگ آکر ایک لمبی پن پی اور رحم میں چھوچھو کر اس کو اتنا زخمی کیا کہ خون جاری ہو گیا۔ اس قسم کی بدولت کبھرت عورتیں ہر اپنی جان دیدیتی ہیں۔ چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ انگلستان کے شفاخانہ ہائے نوان میں تین تیس ہر سال مرتی ہیں۔ ان میں سے نصف کا سبب استقامت حل ہے۔ اور ہر کیفیت دوسرے مالک کی سخی

اس زبردست کشتی کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کی شرح پیدائش میں ہر تہ کمی واقع ہو گئی ہے۔ ۱۸۷۶ء اور ۱۹۲۳ء کے اعداد کا مقابلہ کیجئے۔ انگلستان اور ویلز میں شرح پیدائش ۲۶.۲ فی ہزار سے گھٹ کر ۱۶.۳ (اور ۱۹۲۱ء میں ۱۵.۸) رہ گئی ہے۔ جرمنی میں ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۵ء تک ۲۹.۲ سے ۲۶.۶ سوڈن میں ۳۰.۸ سے ۲۵.۴، نیوزی لینڈ میں ۳۱.۵ سے ۲۸.۸ تک گھٹ گئی ہے۔ سردست چونچوان مالک میں شرح اموات بھی قریب قریب اسی نسبت

کم ہو گئی ہے اس لئے آبادی ایک حالت پر ٹھہری ہوئی ہے لیکن اندازہ کیا گیا ہے کہ اگر شرح پیدائش اسی رفتار سے گھٹتی رہی تو دس سال گزرنے کے بعد یہ ٹھہری ہوئی حالت قائم نہیں رہے گی بلکہ آبادی گھٹتی شروع ہو جائے گی۔

سب سے زیادہ خطرناک حالت فرانس کی ہے۔ تمام دنیا کے ممالک میں صرف یہی ملک ایسا ہے جہاں کی آبادی روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں وہاں کی شرح پیدائش ۲۲ فی ہزار تھی ۱۹۳۱ء میں ۱۷، ۱۹۰۷ء کی شرح اموات میں اس تناسب سے کمی نہیں ہوئی۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں شرح اموات ۲۲، ۶ تھی ۱۹۳۱ء میں صرف ۱۶، ۳ اتری۔ فرانس کے ہمسایہ اور حریف ممالک جرمنی، اور انڈی میں ۱۳۵ اور ۱۳۰ آدمی فی مربع کیلو میٹر آباد ہیں۔ مگر فرانس میں صرف ۴۳ فی مربع کیلو میٹر آبادی کا اوسط ہے۔ ۱۹۳۱ء میں فرانس کی سرزمین پر ۲۴۹، ۳۰۰ بچے پیدا ہوئے۔ اور اس کے حریف جرمنی میں پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد ۵۰۸، ۳۱۵ تھی۔

مس سلی ہیلمن اپنی کتاب (ماڈرن فرانس میں لکھتی ہے کہ اس حالت نے فرانس کے مدبرین سیاست میں ایک گہری پریشانی پیدا کر رکھی ہے جس کا بڑا اثر صرف فرانس بلکہ تمام دنیا کی سیاست پر مرتب ہو رہا ہے فرانس کی عیش پسند آبادی دیہات کو چھوڑ کر شہروں میں منتقل ہو رہی ہے۔ انڈی و پولینڈ وغیرہ ممالک کے باشندے ہجرت کر کے فرانس میں آ رہے ہیں۔ اوزر مینوں پر قبضہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ فی مہفتہ ۶ ہزار ہجرتوں کا اوسطاً اندازہ لگایا گیا ہے ۱۹۲۹ء میں فرانسیسی سرزمین پر جتنے بچے پیدا ہوئے ان میں تقریباً ۹ فی صدی غیر قوموں کے تھے۔ اس سے فرانسیسی سیاست کو اندیشہ ہے کہ آگے چل کر ایک وقت ایسا آئے گا جب فرانسیسی تو خود اپنے گھر میں غیر قوموں کی اکثریت سے مغلوب ہو جائے گی تاہم یہ خطرہ بعید ہے۔ بالکل قریب خطرہ

یہ ہے کہ فرانس کے حریت انلی اور جرمنی کی آبادی اس سے بہت زیادہ ہے۔ اگر تخفیف المسلمہ کی تجارت کو منظور کر کے فرانس اپنے آلات جنگ کم کر دے تو آئندہ لڑائی میں کامیابی کا انحصار فوج کی کثرت پر ہوگا اور اس میدان میں اکیلا جرمنی اور اکیلا انلی، فرانس پر زور رہے گا۔ یہی خطرات ہیں جن کی وجہ سے فرانس طرز عمل میں انلی مسائل میں دوسری اقوام کے خلاف ہے۔

یہ نتائج ہیں اس عاقلانہ تدبیر کے جو یورپ نے اپنی معاشی اور تمدنی مشکلات کو دور کرنے کے لئے اختیار کی ہے۔ اس وقت فرانس کے سوا تمام فرنگی ممالک کی آبادی صرف اس وجہ سے ایک ٹھہری ہوئی حالت پر قائم ہے کہ شرح اموات سے شرح پیدائش ابھی تک زیادہ ہے۔ اس لئے شرح پیدائش کے گھٹنے کا اثر آبادی پر مترتب نہیں ہوا ہے لیکن اہل فرنگ کے پاس یہ یقین کرنے کی کوئی معقول وجہ ہے کہ شرح اموات اور شرح پیدائش کا یہی تناسب ہمیشہ برقرار رہے گا؟ کیا انہوں نے اسکا اطمینان کر لیا ہے کہ کسی روز مغربی افریقہ کے مچھر زرد بخار کے جراثیم لے ہوئے خود انہی کے ہوائی جہازوں کو بیٹھ کر یورپ پہنچ جائیں گے؟ کیا انہوں نے اس کی کوئی ضمانت لے لی ہے کہ کبھی یورپ میں اچانک انفلوئنزا، طاعون، میضہ اور ایسے ہی دوسرے وبائی امراض میں سے کوئی مرض پھیل جائے گا؟ کیا وہ اس سے بے خوف ہو چکے ہیں کہ ایک دن یکایک فرنگی سیاست کے باروت خانوں میں سے کسی میں ایسی ہی کوئی چٹکاری نہ آ پڑے گی جیسی ۱۹۱۸ء میں سر جیفو میں گری تھی، اور پھر فرنگی فوجیں خود اپنے ہاتھوں سے وہ سب کچھ نہ کر گزریں گی جو کوئی وبا اور کوئی بیماری نہیں کر سکتی؟ اگر ان میں سے کوئی صورت بھی پیش آگئی اور دقت یورپ کی آبادی میں سے چند کروڑ آدمی قتل یا ہلاک یا نہ کارہ ہو گئے، تو اس وقت یورپ کے باشندوں کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنے آپ کو خود کس طرح تباہ کیا۔

آفَاہِن اَہْلُ الْقُرْیٰ اَنْ یَّاتِیَہُمْ بَاْسٌ
کیا بستیوں کے لوگ مطمئن ہیں کہ ہمارا عذاب اپنے زون

بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ أَوْ مِنْ أَهْلِ
 الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسًا ضَعِيفًا وَهُمْ
 يَلْعَبُونَ - أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يُأْمِنُ
 مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (۱۲)

تو آجائے گا جب کہ وہ سوتے ہوں گے؟ اور کیا
 ان بستیوں کے لوگوں نے اس کا اطمینان کر لیا ہے،
 کہ ہمارا عذاب کبھی دن و رات سے ان کو نہ آئے گا۔
 جبکہ وہ کھیلتے ہوں گے؟ اور کیا وہ اللہ کی چال
 بخوف ہو گئے ہیں؟ سو اللہ کی چال سے تو وہی لوگ بخوف ہوتے ہیں۔ جن کو بر باد ہونا ہے۔

یہی ہی ایک قوم اب سے تین ہزار برس پہلے عرب کے جنوبی ساحل پر آباد تھی جس کا ذکر قرآن
 میں سبکے نام سے آیا ہے اس قوم کی گھنی آبادی کا سلسلہ سواحل بحر منہ سے سواحل بحر احمر تک پھیلا
 ہوا تھا منہدوستان اور یورپ کے درمیان عربی تجارت اس زمانہ میں ہوتی تھی، وہ سب اسی قوم
 کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کے تجارتی قافلے جنوبی ساحل سے مال لے کر چلتے تو مغربی ساحل تک سلسل
 بستوں اور باغوں کی چھاؤں میں چلے جاتے تھے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَىٰ الَّتِي
 بَرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا الِئْتِرَ سِيرًا وَفِيهَا لِيَالِي وَأَيَّامًا آمِنِينَ
 (۲:۳۲) مگر انہوں نے اللہ کی اس نعمت کو نصیبت سمجھا اور چاہا کہ ان کی یہ گھنی متصل مسلسل بستیاں
 کم ہو جائیں اور ان کا باہمی فصل بڑھ جائے فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
 یہاں لفظ بَعْدَ بَيْنِ أَسْفَارِنَا سے پتہ چلتا ہے کہ تجارتی خوشحالی کی وجہ سے جب آبادی بڑھی اور
 بستیاں گنجان ہو گئیں تو وہاں بھی یہی سوال پیدا ہوا تھا جو آج یورپ میں پیدا ہوا ہے۔ اور وَظَلَمُوا
 أَنْفُسَهُمْ سے اشارہ ملتا ہے کہ شاید انہوں نے بھی اسی کچھدیریں اختیار کی ہوگی جن کو انہی بستیوں کا درمیانی فصل بڑھ
 یا بالفاظ دیگر آبادی کم ہو جائے پھر ان کا حشر کیا ہوا۔ فَعَلْنَهُمْ آحَادِيثًا وَمَزَقْنَهُمْ كُلَّ مُمَزَقٍ إِنَّ فِي ذَلِكَ
 لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (۲:۳۲) خدا نے انہیں مٹا دیا اور پارہ پارہ کر کے ایسا تباہ و برباد کیا کہ بس وجود
 ہی میں رہ گیا۔